امام اہلِ سنت، مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

امیر المؤمنین، خلیفۂ راشد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

قبول اسلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی سعادت

۷ھ میں اداعمرہ سے کچھ عرصہ پہلے کا وقت وہ سراپا سعادت و بشارت گھڑی تھی کہ امیر معاویہ کی قسمت کا ستارہ چمکا اور قبولِ حق مطلع کے اوج و عروج پر جلوہ گر ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے ہی اُس وقت اُن کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ''تمھارے ماں باپ سمیت قریش کے تمام بڑے اور بااختیار و بااقتدار لوگ تو شہر سے غائب ہیں اور شہر میں اُن کی طرح کوئی تمھاری نگرانی و جاسوسی کرنے والا بھی موجود نہیں ہے، تو تمھارا فوری تعاقب اور محاسبہ بھی نہیں ہو سکے گا۔'' اس لیے اٹھو اور کسی کو بھی اشارۃً و کنایۃً کچھ بھی بتائے بنا ہی کسی نہ کسی طرح اور کسی بھی بہانہ اور حیلہ کے ساتھ چپ چاپ میرے اس نبی و رسول کے خلوت کدہ میں جا پہنچو، جو خدا کا نمائندہ تو ہے ہی، ساتھ ہی خاندانی رشتہ سے تمھارے باپ ابوسفیان کا جدّ شریک بھائی یعنی تمھارا چچا بھی ہے۔ کیونکہ نبی علیہ السلام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پردادا کے بھائی کی اولاد ہونے کی وجہ سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نبی ﷺ و علی رضی اللہ عنہ کے عم زاد بھائی تھے۔ اور اس لحاظ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رشتہ میں نہ صرف نبی ﷺ کے بلکہ نبی ﷺ و علی رضی اللہ عنہ دونوں کے بھتیجے تھے تو غیبی طور سے سمجھا دیا گیا کہ اس فرصتِ قلیلہ اور لمحہ گزراں کو اپنے دین و دنیا کی فلاح کا سب سے بہتر موقع یقین کر کے اس ذات کریم کے دامنِ رحمت میں پناہ گزیں ہو جاؤ۔ اور ان کے دستِ حق پرست پر اپنے آبائی کفر و شرک سے سچی توبہ کر کے اسلام و ایمان کے محفوظ ترین قلعہ میں داخل ہو جاؤ، اور دنیوی امن کے ساتھ ساتھ عقبیٰ میں جہنم کے دائمی عذب سے چھٹکارا پا کر دارین کی فلاح و نجات اور خدا اور رسول ﷺ کی موعودہ جنت کے ابدی مستحق و وارث بنو۔ اور اپنے ماں باپ اور بھائی بہنوں سمیت تمام قریش سے بازی لے جاؤ۔ چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عین الہامِ ربانی کے مطابق ہی فوراً قدم اٹھایا گویا اُن کی فطرت و طبیعت نبی علیہ السلام کی آمد کے لیے ہی منتظر تھی، تو صرف صبح سویرے جیسے ہی آپ ﷺ صحابہ سمیت مکّہ میں داخل ہوئے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ماں، باپ، بھائی، بہنوں تمام رشتہ داروں اور قریش کے سرداروں سے آنکھ بچا کر کسی نہ کسی طرح آپ کی خدمت میں پہنچے اور آپ سے اپنے دل کا مدعیٰ بیان کر کے آپ کی پناہ میں آئے۔ اور آپ کے ہاتھوں پر کفر و شرک سے توبہ اور کلمہ توحید و شہادت ادا کر کے حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور جماعت مؤمنین کے رکنِ رکین اور لشکرِ نبوّت کے صحابی، سپاہی بن کر اپنا دین اور دنیا سنوار گئے۔ اس کے بعد ایک بہت بڑا حجاب تو دور ہو چکا تھا، تاہم اپنی ضرورت و حکمت اور عارضی خواہش کے مطابق ابھی عوامِ مکہ کے سامنے بھی اپنے اس انقلابی اقدام کا اظہار و اعلان صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن نبی ﷺ کے جدّی رشتہ دار اور بھتیجے جیسا عزیز و قریب ہونے کے تعلق کے اظہار میں انھیں کوئی باک محسوس نہیں ہوا۔ تو انھوں نے اللہ اور رسول کی مصدقہ حکمت عملیہ کے ساتھ اس تدبیر پر فوری اور علانیہ عمل کرنا بھی شروع کر دیا کہ اداءِ عمرہ کے وقت آپ کے پاس رہے۔ اور عمرہ کا احرام کھولتے وقت اپنی فطری خواہش اور اب اپنی دینی ضرورت کے تحت نبی ﷺ کی مکمل ظاہری و باطنی رضامندی کے ساتھ آپ کا احرام کھلوانے کی سعادت و عبادت میں نہ صرف حصہ

دار ہوئے بلکہ اس کے واحد نمائندہ اور ذمہ دار بن گئے۔ اور قیامت تک آنے والی اُمّت کو شریعت کے دوسرے تمام حقائق کی طرح اس حقیقتِ عظمیٰ سے باخبر کرنے اور اس پر ایمان لانے اور یقین کر لینے کے مقصد سے ہی اسلامِ معاویہ کی حیرت و مسرت انگیز داستان بھی محدثین نے اپنے اپنے طریق کے مطابق نقل کر ڈالی ہے۔ اور اربابِ سیر، اہلِ تاریخ نے بھی اُن کی اقتدا میں اس ایمان افروز واقعہ کو بیان کر دیا ہے۔ واقدی جیسے شیعہ اور غیر مستند روایاتی سے لے کر امام اہلِ سنت، مجدد الامت، رئیس ائمۂ برحق، حضرت امام احمد بن حنبل شیبانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے سراپا استناد و مجسمِ اعتماد، امام الحدیث تک نے اپنے اپنے انداز کے ساتھ حسبِ ذیل تفصیل منظبط اور محفوظ کر ڈالا ہے، دسویں صدی ہجری کے مجدد اور فقیہ و محدث حضرت علاّمہ شیخ "احمد بن حجر ہیتمی مکّی" رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۷۴ھ مطابق ۱۵۶۶ء سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنی مستقل اور مختصر و جامع مشہور و مقبول تصنیف "تطہیر الجنان" میں اس حقیقتِ عظمیٰ کی واقعیت و حقانیت کے اثبات و اعلان کو طرازِ عنوان بناتے ہیں اور سیرت و حدیث کے دونوں ذرائع سے اسلام و ایمان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الفصل الاوّل (فی اسلام معاویة رضی اللّٰه عنه)

عَـلٰی مَا حَکَاہُ الواقِدِیُّ بعدَ الْحُدَیْبِیَّةِ وَ قَالَ غَیْرُہٗ بل یومَ الْـحُـدَیْبِیَّةِ. وَ کَتَمَ اِسْلَامَہٗ عَنْ اَبِیْهِ و اُمِّهٖ حَتّٰی اَظْهَرَہٗ یَوْمَ الْـفَتْـحِ فَهُوَ فِیْ عُمْرَ ةِ الْـقَـضِیَّةِ الْـمُتَـأَخِّرَةِ عَنِ الْحُدَیْبِیَّةِ الواقِعَةِ سنةَ سَبْعٍ قَبْلَ فَتْحِ مَکَّةَ بِسَنَةٍ کَانَ مُسْلِمًا.

(سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے متعلق)

مشہور اخباری "واقدی" کی روایت کے مطابق امیر معاویہ معاہدۂ حدیبیہ کے بعد (عمرۃ القضاء کے وقت مکّہ میں) اسلام لے آئے۔" اور واقدی کے علاوہ سیرت کے بعض راویوں نے کہا ہے: "بلکہ امیر معاویہ عین صلح حدیبیہ کے دن ہی ایمان لے آئے تھے۔" اور انھوں نے اپنا اسلام فتح مکّہ کے دن ظاہر کر دیا۔ چنانچہ حدیبیہ سے ایک سال بعد اور فتح مکّہ سے ایک سال پہلے ۷ھ میں جو عمرۃ القضاء ہوا ہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس عمرہ کے وقت "مسلمان" تھے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایمان کی تصدیق خاندانِ اہلِ بیت سے:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام و ایمان کی تائید و تصدیق کے لیے خاندان اہلِ بیت کے رکن رکین سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت محمد الباقر ابن علی زین العابدین کی ایمان افروز روایت سے بھی ہوتی ہے۔ اب آپ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد تابعین کے روایات کی جگہ خاندانِ اہلِ بیت کے رکن رکین مؤیّد اہل سنت اور شیعہ کے بنائے ہوئے پانچویں امام "حضرت محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ" کی زبانی اور گھر کے بھیدی کی حیثیت سے اسلام و ایمان سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تائید و تصدیق ملاحظہ کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے خود سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی اپنے مبیّنہ روایت ہے۔ چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مستند کتابِ حدیث "مُسندِ احمد" میں روایت کر کے اظہار و احقاقِ حق کر دیا ہے۔ علاّمہ ابن حجر ھیتمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَ یُؤَیِّدُہٗ مَآ اَخرَجَہٗ اَحْمَدُ مِنْ طریقِ مُحمدِ الباقِرِ بْنِ عَلِيِّ زَیْنِ العابِدِیْنَ اِبْنِ الْحُسَیْنِ عَنْ ابْنِ عَبّاسٍ رضی اللّٰہُ عَنْھُمْ أَنَّ مُعَاوِیَۃَ قَالَ قَصَّرْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہ صلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عِنْدَ الْمَرْوَۃِ و اَصْلُ الْحَدِیْثِ فِیْ الْبُخَارِیِّ مِنْ طَرِیْقِ طاؤسٍ عَنْ ابْنِ عَبّاسٍ بِلَفْظِ قَصَّرْتُ بِمِشْقَصٍ وَلَمْ یَذْکُرِ الْمَرْوَۃَ فِی کُلٍّ مِّنَ الرِّوایَتَیْنِ.

اور واقدی کی تائید وہ روایت کرتی ہے جو امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت محمد باقر ابنِ حضرت علی زین العابدین ابن سیدنا حسین ابن علی کے طریق سے بواسطۂ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہم روایت کی ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: ’’تحقیق معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے خود بیان کیا کہ (عمرۃ القضاء کا احرام کھولنے کے وقت) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مَروہ کے پاس کاٹے تھے۔‘‘ اور اصل حدیث بخاری میں بطریق طاؤس تابعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سیدنا معاویہ کے قول میں اس لفظ کے اضافہ کے ساتھ منقول ہے کہ: ’’میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک قینچی جیسے لوہے کے تیز پترے یا قینچی سے کاٹے تھے۔‘‘

لیکن دونوں روایات میں انھوں نے ’’مروہ‘‘ کا لفظ ذکر نہیں کیا۔ علاّمہ ابنِ حجر مکّی ان روایات کی روشنی میں اسلام امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے اثبات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اعمالِ عمرہ وحج کی تعیین وترتیب سے اسلامِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق محاکمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کَذَا خِلافًا لِّمَنْ حَصَرَ فِی الْاُوْلٰی الدَّلالَۃُ علٰی اَنَّہٗ کَانَ فِیْ عُمْرَۃِ الْقَضِیَّۃِ مُسْلِمًا اَمَّا الْاُوْلٰی فَوَاضِحٌ لِاَنَّہٗ ذُکِرَ اَنَّ ذَالِکَ عِنْدَ الْمَرْوَۃِ وَ ھٰذا یُعَیِّنُ اَنَّ ذالک التَّقْصِیرَ کَانَ فِیْ الْعُمْرَۃِ لِاَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسلَّم فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ حَلَقَ بِمِنًی اِجْمَاعًا وَ اَمَّا الثَانِیَۃُ فَلِاَنَّہٗ صلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسلّمَ لَمْ یُقَصِّرْ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ أصْلاً لا بِمَکَّۃَ وَ لَا بِمِنیً فَتعَیَّنَ أَنَّ ذَالِکَ التَّقْصِیْرَ اِنَّمَا کَانَ فِیْ الْعُمْرۃ.

(تطہیر الجَنان، ص:۷)

اس طرح پہلی روایت میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے فتحِ مکّہ کے دن اپنا اسلام ظاہر کرنے کے الفاظ پر حصر وانحصار کرنے والے راوی کے برخلاف اس بات پر دلالت موجود ہے کہ امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ عمرۃ القضاء کے وقت مسلمان تھے اور اس کے دو دلائل ہیں۔ پہلی دلیل تو واضح ہے کیونکہ امیر معاویہؓ نے خود ذکر کیا ہے کہ: ’’میں نے نبی علیہ السلام کے بال مروہ کے پاس کاٹے تھے۔‘‘ اور یہ الفاظ اس بات کو معیّن کرتے اور یقینی بناتے ہیں کہ یہ بال کاٹنے کا معاملہ عمرہ کے موقع پر ہی ہوا ہے۔ کیونکہ اس بات پر پوری اُمّت کا اجماع اور اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوَداع کے موقع پر مِنٰی میں سر مبارک کے بال منڈوائے تھے (قینچی وغیرہ سے کٹوائے نہیں تھے) اور دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ بھی طے شدہ مسئلہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوَداع کے موقع پر مکّہ یا مِنٰی میں بال کٹوائے نہیں (بلکہ منڈوائے تھے) تو اس سے یہ بات متعین ہوگئی کہ امیر معاویہؓ کے آپ کے ہاتھوں بال کاٹنے کا معاملہ یقیناً عمرۃ القضاء کے موقع پر ہوا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ عمرۃ القضاء کا دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے نعمتِ غیر مترقبہ، غنیمتِ باردہ اور سراپا رحمت ثابت ہوا، کہ کفر سے توبہ اور دینِ حق کو قبول کرنے میں اپنی سوتیلی بہن سیدۃ السابقین الاوّلین، ذات الہجرتین اُمّ المؤمنین سیدہ اُمِّ حبیبہ سلام اللہ علیہا کے سویٰ اپنے پورے گھرانے پر قابلِ ہزار رشک سبقت وفوقیت نصیب ہوئی۔ اور سعادت پر سعادت یہ ہے کہ وہ زبان نبی علیہ السلام کے ذریعہ اپنے قبولِ توبہ اور حصولِ دولت ایمان کی ناقابل تنقید وتردید آسمانی تصدیق سے سرفراز ہوکر مؤمنینِ مخلصین کے جنتی گروہ میں شامل ہوگئے۔ اور تیسری سعادت کبریٰ اُن کو یہ حاصل ہوئی کہ مسلّمہ خاندانی عزت کے علاوہ منشاء خداوندی میں اُن کے حق پژوہی کی برکت سے ارشاد رسول علیہ السلام کے مطابق اُمّت کا ''ہادی ومہدی'' ہونے کا اعزاز ووقار بھی حاصل ہوا۔ اور کفر واسلام کی فیصلہ کن جنگ میں حق کی فتح کا پیش خیمہ ثابت ہونے والے اچانک اور انوکھے اجتماعِ عمرہ کے خاتمہ پر اپنے عمِ مکرم اور رسول وقائد اعظم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام کھلوانے میں نہ صرف شریکِ عبادت بنے، بلکہ پونے دو ہزار صحابہ اور ان میں ہر نوع کے خدام کے ہوتے ہوئے بھی ان کے قلب وروح میں مچلتی دیرینہ خواہش وآرزو کے عین مطابق اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس معصوم خواہش وآرزو کی تکمیل کا سراپہ جذبہ بھی پیدا ہوگیا۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قینچی یا اس جیسے لوہے کے تیز پترے سے نبی علیہ السلام کے بال مبارک کاٹ کر آپ کے تبرک اندوز حلاّق وحجام بننے کا لازوال شرف پالینے میں بھی کامیاب وسرفراز ہوگئے۔ اس عملِ خیر کو ملّہ میں موجود تمام صحابہ نے بھی دیکھا اور اردگرد موجود وہاں کے عوام نے بھی مشاہدہ کیا اور پھر مدینہ منوّرہ میں واپسی کے بعد بلادِ عرب بلکہ دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے افرادِ اُمّت تک اُن کے اسلام لانے کی نویدِ مسرت پہنچی۔ اس کے ساتھ ساتھ نبی علیہ السلام کے وجود مبارک سے اتنا قرب اور اس سے اتنا عظیم ولطیف تبرک حاصل کرنے کی خبر فرحت اثر بھی نسیم خلد بن کر پھیل گئی۔ اور یہ دونوں واقعات قیامت تک کے لیے پُرامن دورِ کفر کے ان کے سراپا اخلاص قبولِ اسلام اور ان کی طرف سے مجسمۂ بشارت ونجات ہونے کی یہ بے مثال خدمت نبویّہ کی الہامی سند اور تائید وتصدیق بن گئی جسے جملہ عشاقِ رسول وخدام اصحاب رسول علیہم السلام بہ طوع ورضا ورغبت اور تمام منکرینِ رسول واعداء ازواج واصحاب رسول کرھًا اور تقدیری جبر کے ساتھ ماننے پر مجبور ہوگئے۔ اور ہم پر اللہ تعالیٰ کا بے حد وحساب فضل وکرم ہے اور اس پر مولیٰ کریم کا بے اندازہ شکر ہے کہ اس نے ہم گنہگاروں کو زمرۂ مسلمین ومؤمنین اور گروہ خدام ازواج واصحابِ رسول میں شامل فرما کر یہود ونصاریٰ اور مجوس واُمّتِ ابن سبا رافضیوں کے بدبخت گروہ سے جدا اور عذابِ جہنم سے آزاد کردیا ہے۔

رضینا قسمة الجبار فینا و ذالک فضل اللّٰہ یؤتیه من یشاء و اللّٰہ ذو الفضل العظیم. فللّٰہ الحمد و الشکر والصلوٰة و السلام علی سیدنا محمد و علٰی آلهٖ و اصحابه و ازواجه بِعَدَدِ کل ذرة ألف ألف مرة.

(خطاب: جام پور، ۶/ مئی ۱۹۸۳ء)